غرائب القرآن کے فنی محاسن ومطالب

(ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ)

ڈاکٹر محمد نعیم انور
شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

LITERARY BEAUTIES AND MEANINGS OF THE GARAIB AL-QUR'AN

(A Critical Evaluation)

Muhammad Naeem Anwar, PhD
Assistant Professor
Department of Arabic & Islamic Studies, GCU, Lahore

Abstract

Shah Wali Allah initiated translation of the holy Qur'an into Persian in the subcontinent. Afterwards his son, Shah Rafi' al-Din translated the holy Qur'an into Urdu in verbatim. His other son Shah Abdul Qadir published his idiomatic Urdu translation of the holy Qur'an. Henceforth, in 1895, Sir Syed Ahmad Khan also translated some of its chapters. At the same time, Deputy Nazir Ahmad started translating the holy Qur'an and completed it in 1895. The translation was so popular that it got published more than ten times even in his life. The article presents a critical study of Deputy's translation of the holy Qur'an highlighting its qualities as well as weaknesses .

Keywords: غرائب، شاہ ولی اللہ، قرآن، مضامین، ڈپٹی نذیر احمد، شاہ رفیع الدین، باب، سرسید احمد خاں، فتح محمد جالندھری، حمد، فہم

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فارسی زبان میں ترجمہ قرآن ۱۱۵۱ ہجری میں فتح الرحمٰن کے نام سے مکمل کیا۔ آپ نے ترجمہ کے ساتھ مختصر تفسیری حواشی بھی لکھے۔ یہ متعدد بار زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔(۱)

شاہ ولی اللہ کے بعد تراجم قرآن کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ شاہ ولی اللہ کے بعد یکے بعد دیگرے آپ کے صاحبزادوں نے قرآن حکیم کے تراجم تیرھویں صدی ہجری میں کیے۔ بارہویں صدی ہجری تک اُردو میں کوئی قابل ذکر ترجمہ نہ ہوا۔ کیوں کہ علماء سمجھتے تھے اگر ترجمہ قرآن میں معمولی سی بھی غلطی ہوئی تو اللہ کی بارگاہ میں سخت گرفت ہوگی۔ شاہ محمد رفیع الدین دہلوی (۱۱۶۳ھ۔۱۲۳۳ھ/۱۷۵۰ء۔۱۸۱۷ء) نے قرآن مجید کا پہلا لفظی ترجمہ اُردو زبان میں ۱۲۰۰ھ/۱۷۷۶ء میں کیا۔ جبکہ شاہ عبدالقادر ۱۱۶۷ھ۔۱۲۳۰ھ/ ۱۷۲۵ء۔۱۸۱۴ء نے قرآن حکیم کا پہلا محاوراتی ترجمہ ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء میں مکمل کیا۔(۲)

گویا شاہ رفیع الدین اُردو زبان میں لفظی ترجمے کے بانی ہیں جب کہ شاہ عبدالقادر اُردو زبان میں بامحاورہ ترجمے کے بانی ہیں۔(۳)

شاہ برادران کے بعد مولوی عزیز اللہ ہمر نگ، دکن نے ۱۲۱۶ھ میں قرآن پاک کے صرف ۳۰ تیسویں پارے کا ترجمہ کیا۔ دوسرا مکمل ترجمہ فورٹ ولیم کالج کے ۵ فراد، مولوی امانت اللہ شیداء میر بہادر علی حسینی، مولوی فضل اللہ، مرزا کاظم علی اور حافظ محمد غوث کی محنت سے ۲ سال کے عرصے میں ڈاکٹر گل کرائسٹ کی نگرانی میں ۱۸۰۴ء کو مکمل ہوا۔ یہ انیسویں صدی کا پہلا اردو ترجمہ قرآن تھا۔(۴) اسی طرح تراجم کا سلسلہ جاری وساری رہا۔ سر سید احمد خاں نے ۱۸۹۵ء میں نصف قرآن حکیم کا ترجمہ کیا اور تفسیر لکھی۔ اس کا کوئی خاص نام نہیں رکھا۔ اسے ترجمہ و تفسیر سے ہی پکارتے ہیں اور پھر زندگی نے وفا نہ کی۔ ۱۸۹۸ء میں علیگڑھ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔(۵)

ڈپٹی نذیر احمد کی پیدائش ۱۸۳۰ء(۶) میں ہوئی ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی سعادت علی سے حاصل کی۔ ۱۸۳۰ تا ۱۸۴۴ میں مولانا صوفی نصر اللہ خان خورجی سے عربی صرف ونحو، فلسفہ ومنطق

کی تعلیم حاصل کی۔(۷) ۱۸۴۵ تا ۱۸۵۴ء قدیم دہلی کالج کے شعبہ مشرقی علوم میں تعلیم حاصل کی۔ یہ کالج شمالی ہند میں نشر واشاعت اور ترجمہ وتالیف کا اولین مرکز تھا۔ یہیں سے ڈپٹی نذیر احمد جدید علوم کی قدر و اہمیت اور نئے دور کے تقاضوں سے آشنا ہوئے۔ اس کالج کے اثرات کا اپنی زندگی میں اکثر اظہار کرتے۔ روحانی طور پر آپ کا تعلق شیخ عبدالغفور اعظم پوری تک پہنچتا ہے جو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔(۸) دہلی کالج میں آپ کی تربیت پروفیسر رام چندر نے کی۔ جو اُردو میں جدید علم کے سب سے بڑے مبلغ تھے اور اُردو جدید اسلوب نثر نگاری کے بانی تھے۔(۹) ڈپٹی نذیر احمد نے ۱۸۵۴ میں معلمی کا پیشہ اختیار کیا۔ ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۸۷۷ء میں سرسید احمد خاں کی وساطت سے سالار جنگ کے ہاں ملازمت اختیار کی۔ ۱۸۸۴ء میں استعفیٰ دے کر دہلی چلے آئے۔ ۱۸۹۴ء میں انگریز حکومت نے آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ ڈپٹی نذیر احمد نے ۱۸۹۳ء میں قرآن مجید کے ترجمے کا کام شروع کیا جو ۱۸۹۵ء میں مکمل ہوا۔ یہ ترجمہ سب سے پہلے مطبع قاسمی دہلی نے شائع کیا۔ ڈپٹی نذیر احمد کی اصل پہچان ناول نگار کے حوالے سے زیادہ ہے، جس کے وہ بانی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ انگریز حکومت نے آپ کو مراۃ العروس، بنات النعش، توبۃ النصوح اور مبادی الحکمت پر نقد انعامات سے نوازا۔(۱۰) ڈپٹی نذیر احمد کی خدمات میں سے اولیت، قرآن حکیم کے ترجمے کو ہی حاصل ہے۔ یہ ترجمہ اس وقت سامنے آیا جب سرسید احمد خاں کا ترجمہ عوام میں مقبولیت حاصل کر رہا تھا اگر چہ سرسید اس کو مکمل نہ کر سکے تھے جبکہ ڈپٹی نذیر احمد مکمل ترجمہ قرآن کرنے میں کامیاب ہوئے اور ان کی زندگی میں ان کے ترجمہ قرآن کے گیارہ ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس ترجمہ قرآن کو مکمل کرنے کے لیے ڈپٹی نذیر احمد نے علماء کے ایک بورڈ کا بھی تعاون حاصل کیا جس میں مولانا فتح محمد جالندھری بھی شامل تھے۔ اسی طرح اس بورڈ کی معاونت سے اڑھائی سال کی شبانہ روز محنت وکاوش کے نتیجے میں ۱۸۹۵ء میں یہ ترجمہ قرآن مکمل ہوا۔(۱۱)

ڈپٹی نذیر احمد کا راقم کے پاس جو نسخہ قرآن مجید مترجم مع غرائب القرآن ہے اس کا سرورق یوں ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ اس آیت کریمہ کے بعد یہ عبارت درج ہے۔ ''خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسی کی توفیق اور اسی کے فضل وکرم سے قرآن مجید مترجم مع اضافہ

جدیدہ غرائب القرآن ترجمہ، فاضل اجل، ادیب بے بدل، جناب شمس العلماء، مولوی حافظ نذیر احمد صاحب، ایل۔ایل۔ڈی، دس برس کے عرصہ میں ساتویں دفعہ ۱۳۲۲ھ۔"(۱۲)

مطبع قاسمی دہلی سے محمد قاسم کے اہتمام سے طبع ہوا۔سرورق اس زمانے کے اعتبار سے خوبصورت ڈیزائن کے ساتھ چھپا ہوا ہے۔شاید یہی وجہ ہے بعد کے مترجمین نے بھی اس اسلوب کو اسی طرح سے اختیار کیا۔اس کے بعد اگلے صفحے پر سورہ فاتحہ کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے۔

ترجمے کا اسلوب و منہج

ڈپٹی نذیر احمد نے ترجمے میں یہ انداز اختیار کیا ہے کہ صفحے کے ایک طرف متن ہے اور دوسری طرف ترجمہ ہے۔یہ صفحہ بھی خوبصورت ڈیزائن کے ساتھ طبع شدہ ہے۔پورے قرآن حکیم میں ترجمہ اور متن آمنے سامنے لکھا گیا ہے۔ترجمے میں آیت کے نمبرز لکھ دیے گئے ہیں تاکہ قاری آیات کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمے کو آسانی سے پڑھ سکے۔یہ ترجمہ و متن سارے کا سارا حاشیے کے اندر ہے جبکہ حاشیے سے باہر ترجمے کے فوائد لکھے گئے ہیں۔(۱۳)قبل اس کے کہ ہم ترجمہ کے اسلوب و منہج اور اس کے محاسن اور فوائد کے اسلوب کا جائزہ لیں، اس بات کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے اس ترجمے کے شروع میں ایک دیباچہ لکھا ہے جس کا عنوان اور آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کیا ہے۔یہ وہی طریقہ ہے جس کی تاکید حدیث مبارکہ میں اہل ایمان کو کی گئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: كُلّ امرٍ ذي بالٍ لم يبداء ببسم اللّٰهِ فَهُوَ اقطع (۱۴) ہر وہ ذی شان امر جس کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے نہ کیا جائے وہ برکت سے خالی رہتا ہے۔

دیباچے کا اسلوب اور اہم مشمولات

ڈپٹی نذیر احمد دیباچے کا آغاز بڑے فصیح و بلیغ اور جامع کلمات کے ساتھ کرتے ہیں۔ان الفاظ و جملوں کا انتخاب یقیناً ان کی علمی وجاہت کی طرف اشارہ عبارت کچھ یوں ہے:

الحمد لله علی الشان، جلی البرهان والصلوة والسلام علی رسوله محمد المبشر به فی الانجيل و المنزل عليه القرآن و علی اله و اصحابه الذين سبقونا بالايمان (۱۵)

اس کے بعد رقمطراز ہیں کہ اگر فوری اور کثرت سے کتاب کی نکاسی، عام پسندیدگی اور مقبولیت کی علامت ہوسکتی ہے تو اس ترجمہ قرآن پر دونوں باتیں صادق آتی ہیں۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم(١٦)

ڈپٹی نذیر احمد مزید بتاتے ہیں کہ اس ترجمہ کو ابھی دسواں برس ہے اور کتاب کی عمر کو دس برس کیا ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود دس برسوں میں آٹھ دفعہ 34100 کی تعداد میں چھپا ہے اور 20 ہزار نکل چکا ہے۔

اس کے بعد بڑی خوبصورت بات لکھتے ہیں کہ اتنی کثرت تعداد کے ساتھ قرآن چھپنے کے بعد کوئی یہ گمان نہ کرے۔ اس لیے کہ اس بدگمانی سے منع کیا گیا ہے ان بعض الظن اثم (١٧) کہ مترجم فارغ بیٹھا ہے بلکہ مترجم خدا کے فضل سے حافظ قرآن بھی ہے اس لیے متن، ترجمہ، فوائد اور حواشی کو میں نے حرف بہ حرف بالالتزام دیکھا ہے، بجائے اس کے زیر، زبر اور پیش اور نقطے کی غلطی پر ایک ایک اشرفی انعام کا اعلان کروں اس کی بجائے لوگوں کو اپنی سعی کی بناء پر اس ترجمے کی صحت کا اطمینان دلا سکتا ہوں، چھپائی اور لکھائی کی بابت لکھنے کی ضرورت نہیں۔ خود اس قرآن کی صورت شاہد حال ہے اور ناظرین ہر طبع مابعد میں ضرور کسی نہ کسی امر جدید اور مفید کا اضافہ پائیں گے چنانچہ اس ایڈیشن میں کئی باتیں نئی ہیں اور بڑی مفید ہیں۔ (١٨)

ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے مذکورہ بالا خیالات کے ذریعے قرآن حکیم کے ترجمے کے بارے میں اپنی فکر کا اظہار کیا ہے اور بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ مترجم کا کام یہ نہیں ہے کہ ترجمہ کر لیا اور پھر فارغ و لاتعلق بیٹھ جائے اور ان کے یہ الفاظ "مابعد میں ضرور کسی نہ کسی امر جدید اور مفید کا اضافہ پائیں گے۔" یہ جملے اور کلمات ترجمہ قرآن کے باب میں جہاں بہت بڑی خوبی کا اظہار کرتے ہیں وہاں اس ترجمہ قرآن میں زبان و بیان کی وسعت اور ہر زمانہ زبان کے مروجہ اسلوب اور تراکیب کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں الفاظ و کلمات کے اضافے کی گنجائش کو بھی ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے بعض تراجم ایک زمانے میں معروف ہوتے ہیں دوسرے زمانے میں کوئی اور ترجمہ زبان و بیان کی جدت کے ساتھ سامنے آجاتا ہے اور اسے اُس نئے اسلوب کی وجہ سے شہرت زمانہ حاصل ہوجاتی ہے۔

تین نئی باتوں کا اضافہ

۱۔مقابل صفحہ پر ترجمہ

ڈپٹی نذیر احمد اپنے ترجمے قرآن کے آٹھویں لیڈیشن میں یہ بات بھی لکھتے ہیں کہ بین السطور ترجمہ کی وضع چھوڑ کر ترجمہ مقابل صفحے پر کیا ہے۔(۱۹) اس کے بعد اس انداز کو اختیار کرنے کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔اس اسلوب میں متن اور ترجمہ کی آیات کے نمبرز لکھ دیے گئے ہیں اور یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ لوگوں نے بین السطور ترجمہ کو لفظی ترجمہ سمجھ لیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اس لیے کہ عربی اور اردو میں ترتیب الفاظ کا اسلوب ایک نہیں۔پس لفظی ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔(۲۰)

اس کو ایک مثال کے ذریعے واضح کرتے ہیں جیسے شاہ رفیع الدین نے لفظی ترجمہ ذلك الكتاب لاريب فيه (۲۱) کا یہ کیا ہے، یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے(۲۲) یہ فصیح اور بامحاورہ اردو نہیں ہے جبکہ شاہ عبدالقادر نے بامحاورہ ترجمہ کیا ہے، اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔(۲۳) مزید برآں بیان کرتے ہیں ہمارا ترجمہ یہ ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام الٰہی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں۔(۲۴) آگے لکھتے ہیں ہم نے بامحاورہ اور فصیح اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور مطلب کی تکمیل کے لیے خطوط وحدانی قائم کیے ہیں اور جابجا اپنی طرف سے بھی عبارتیں بڑھائی ہیں۔اس بناء پر ترجمہ کو زیادہ جگہ چاہیے۔اس لیے اس اسلوب کو اختیار کیا ہے۔(۲۵) اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ تمام مسلمان بین السطور ترجمے کے خوگر ہیں۔ترجمہ مقابل کو بدعت سمجھیں گے مگر بدعت بھی ہے تو بدعت حسنہ ہے۔

۲۔ ترجمے کے فوائد اور عربی گرائمر کا استعمال

دوسری نئی بات کا ذکر یوں کرتے ہیں۔صفحہ متن کے حاشیے پر اکثر الفاظ کا لغوی حل، صیغوں کی تعلیل اور عبارت کی نحوی ترکیب کا ذکر ہے۔اس سے ترجمہ سمجھنے میں آسانی ہوگئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عربی خوانوں کو قرآن کے متعلق لغوی،صرفی اور نحوی معلومات بھی میسر آئیں گی۔اور یہ سارا

کام مولوی محمد رحیم بخش نے سرانجام دیا ہے اور کہتے ہیں ان حواشی میں مجھے اتناعی دخل ہے کہ میں نے ان کی تنقید و تنقیح کر لی ہے۔(۲۶)

مثلاً سورۃ فاتحہ کے فوائد کا تذکرہ یوں کرتے ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔اس میں بسم اصل میں تھا باسم الف وصل کو حذف کر کے با کو طویل کر دیا تا کہ با کا طول الف محذوف پر دلالت کرے جبکہ اسم مشتق ہے سموّ بمعنی علوّ سما یسموا۔ ''اذا اعلاء و طھر'' جب کوئی چیز بلند ہو یا ظاہر ہو اس وقت سموّ بولتے ہیں۔اسم چونکہ معنی پر عالی اور مقدم ہوتا ہے اس لیے اسے اسم بولتے ہیں۔اور اسم سمۃ سے بھی مشتق ہو سکتا ہے گردان یوں ہوگی وسم یسم سمۃ بمعنی علامت اسم چونکہ اپنے مسمی کی علامت ہوتا ہے اس لیے اسے اسم کہتے ہیں بسم کی باء ایک مضمر کے متعلق ہوگی خواہ وہ اسم ہو یا فعل ہو، اگر اسم کو مقدر مانیں تو تقدیر عبارت یوں ہوگی۔

ابتداء الکلام باسم اللہ اور اگر فعل کو مقدر مانیں تو تقدیر عبارت یوں ہوگی ابدأ باسم اللہ، اللہ اصل میں تھا الالٰہ دوسرا ہمزہ خلاف قیاس حذف کر کے اللہ کے ایک لام کو دوسرے میں ادغام کر دیا اللہ ہو گیا الرحمٰن الرحیم دونوں مبالغے کے صیغے ہیں رحمت سے ماخوذ ہیں اور رحمت کا معنی ہے رقت قلب۔(۲۷) الحمدللہ رب العالمین۔میں حمد مصدر ہے حمد کا معنی یہ ہے جب کوئی اپنے اختیار سے اچھا کام کرتا ہے اور دوسرا اس کی بزرگی کے ارادے سے اس کی تعریف کرتا ہے تو اسے حمد کہتے ہیں۔ رب اصل میں مصدر ہے جس کا معنی تربیت ہے۔تربیت کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچانے کو کہتے ہیں۔رب کا حمل اللہ کی ذات پر مبالغۃً ہے۔جیسے یہ کہا جائے زید عدل۔بعض نے رب کو صفت مشبہ کہا ہے۔ملک یوم الدین دین کا معنی ہے بدلے کا بدلہ خواہ اچھا ہو یا بُرا ہو یوم الدین کا معنی ہے قیامت کا دن کیونکہ اُس دن میں برائی اور بھلائی کا بدلہ دیا جائے گا۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین، ایاک ضمیر منفصل منصوب ہے کاف خطاب کے لیے ہے عبادت کا معنی ہے انتہائی درجے کا تذلل اور خشوع و خضوع وغیرہ............ یہ انداز و اسلوب ترجمہ کے فوائد کے باب میں اختیار کیا گیا ہے۔(۲۸)

غیب اور نماز پڑھنے کا معنی بڑے خوبصورت انداز میں واضح کرتے ہیں۔غیب کا معنی یہ ہے جس کے ادراک سے انسان عاجز ہو وہ اس کی نسبت غیب ہے۔جیسے ماہیت ذات وصفات خدا، احول آخرت اور دوزخ وجنت۔(۲۹)

اسی طرح نماز کے معنی بیان کرتے ہیں۔بعض کے نزدیک اس کا معنی پابندی کا ہے۔بعض کے نزدیک آداب وشرائط کے ساتھ بجالانا نماز ہے اور بعض کے نزدیک مطلق نماز پڑھنے کا معنی ہے اور ہم نے اس آخری معنی کو اختیار کیا ہے۔اس لیے کہ حقیقت میں پڑھنا وہی ہے جو پابندی اور بجاآوری کی شرط کے ساتھ ہو۔(۳۰)

۳۔ مضامین قرآن کی مفصل فہرست

ترجمہ کے شروع میں 2 صفحہ کا دیباچہ لکھنے کے بعد ڈپٹی نذیر احمد نے ''مضامین قرآن کی مفصل فہرست'' کا اضافہ کیا ہے۔یہ بڑا ہی خوبصورت اضافہ ہے۔اس فہرست کے ذریعے مختلف موضوعات پر قرآنی تعلیمات اور احکام سے خوب راہنمائی میسر آتی ہے۔

قاری ایک ہی موضوع پر وافر مواد پاتا ہے۔جس سے اُس کے ذہن میں متعلقہ موضوع کے حوالے سے واضحیت پیدا ہوتی ہے اور ایک ہی موضوع کو مختلف حوالوں سے مطالعہ کرکے قاری اپنی تحقیقی وعلمی طبیعت کا سکون پاتا ہے۔یوں پورے قرآن سے آیات کا تلاش کرنا، قاری کی اپنی ذات کی حد تک مشکل امر تھا، مگر اس جامع فہرست کی وجہ سے اس مشکل کو بھی آسان کردیا گیا ہے۔

اب ہم اس فہرست کے اہم موضوعات کا جائزہ لیتے ہیں:

حصہ اول عقائد

باب ا: اللہ جل شانہ کی ذات وصفات، باب ۲: علم، باب ۳: حلم، باب ۴: عفو ومغفرۃ، باب ۶: قدرت اور ملک وملک، باب ۷: خالقیت، باب ۸: ربوبیت ورزاقیت، باب ۹: غنا، باب ۱۰: قدر دانی اور عدل، باب ۱۱: ہر چیز اللہ کے اختیار میں ہے، ہدایت وضلالت اس کے قبضے میں ہے اور تقدیر کا مسئلہ، باب ۱۲: اللہ جل شانہ کے احسانات، باب ۱۳: اللہ کا اپنے بندوں کو جانچنا، امتحان لینا، ڈھیل دینا،

عذاب بھیج کر نصیحت کرنا، باب ۱۴: خدا کی ہستی اور اس کی وحدانیت کے دلائل، باب ۱۵: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔(۴۱)

حصہ دوم: آنحضرت ﷺ اور آپ کے معاصرین

باب ۲: آپ کا خلق، شفقت، حیاء اور توکل، باب ۲: آپ کا انکسار و تواضع اور تدین

باب ۳: آپ کا لوگوں سے بے غرض اور مستغنی رہنا۔

باب ۴: آپ کا اور آپ کے اہل قرابت کا دوسرے لوگوں کی طرح مکلف بہ شرع ہونا

باب ۵: آپ پر جو خدا کی طرف سے عتاب ہوا یا آپ کی کسی بات پر گرفت ہوئی۔

باب ۶: خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب قرار دے کر جو ارشاد فرمایا۔

باب ۷: کفار کی ایذا رسانی اور خدا کی طرف سے جو آپ کو تسکین دی جاتی تھی۔

باب ۸: آپ اور مسلمانوں کے ساتھ کفار کا برتاؤ اور ان کا عناد اور اہل کتاب اور مشرکین کا عناد اور سرکشی کی وجہ سے ایمان نہ لانا

باب ۹: اہل کتاب اور مشرکین کا پیغمبر خدا کو صادق جاننا

باب ۱۰: اہل کتاب وغیرہ کا طمع، دنیا کے لیے دین کو چھوڑنا

باب ۱۱: پیغمبر خدا کے زمانے کے لوگوں کے حالات وعادات اور ان کے عقائد یعنی مشرکین منافقین یہود، عیسائی اہل کتاب کے مشترک حالات اور یہود و نصاریٰ کا آپ کے ساتھ نفاق اور بد باطنی

باب ۱۲: مخالفین اسلام، اسلامی تعلیم، قرآن اور رسول کی نسبت کیا کیا اعتراض کرتے تھے اور ان کے سوال اور اُن کے جواب دیئے جاتے تھے اور باہمی گفتگو

باب ۱۳: اصحاب کی دینداری، پختگی اور ان کی مدح

باب ۱۴: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوۃ اور اسلام کی حقیقت کے دلائل اور آپ کی نسبت جو پہلی کتب میں پیش گوئیاں تھیں

باب ۱۵: قرآن مجید اور اس کا نزول اور اس کا پہلی کتابوں کے لیے مصدق ہونا اور اس کے عربی میں ہونے کی وجہ (۳۲) غرضیکہ صفحہ بارہ ۱۲ تک یوں ہی ڈپٹی نذیر احمد سب سے پہلے مضامین کی فہرست کے حصص اور ابواب کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اگر فقط ان حصص کو دیکھا جائے تو اس کے یہ عنوانات ڈپٹی نذیر احمد نے قائم کیے ہیں۔ حصہ اول عقائد۔ اس کے پندرہ ابواب بنائے ہیں۔ پھر حصہ دوم آنحضرت اور آپ کے معاصرین کا ہے اور اس کے ۱۹ ابواب بنائے ہیں۔ پھر حصہ سوم ہے۔ احکام قرآن مجید و معتقدات و عبادات، حُسن معاملات و اخلاق و تہذیب نفس وغیرہ اس کے ۳۷ ابواب بنائے ہیں اور یہ حصہ خاصہ طویل ہے۔ پھر حصہ چہارم ابلیس کا ذکر، آدم اور بی بی حوا کا قصہ اور ان کے ساتھ ابلیس کا ماجرا۔ اس کے انھوں نے ۳۲ ابواب بنائے ہیں۔ اس کے بعد حصہ پنجم ہے عالم معاد اس کے ۱۸ ابواب بنائے ہیں۔ بعد از اں حصہ ششم ہے اس کے ۱۷ ابواب بنائے ہیں۔ (۳۳) غرضیکہ ڈپٹی نذیر احمد نے مضامین کے حوالے سے ۶ حصص اور سینکڑوں ابواب قائم کر کے بھی تفہیم قرآن کا ایک فریضہ ادا کیا ہے۔ اور یہ انداز بھی قرآن کے فہم میں بڑا ممد و معاون ہے۔ اس کے بعد تقریباً اڑھائی صفحات پر مشتمل رسول اللہ کی سیرت اقدس کا تعارف بڑے ہی اختصار اور جامعیت کے ساتھ لکھا ہے۔ اس حوالے سے خود رقمطراز ہیں کہ ایک نئی بات یہ بھی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختصر سوانح عمری کے حوالے سے ضروری اور تاریخی چیزیں جو مسلمانوں کے لیے انتہائی مفید ہیں ان کا بھی مقدمے میں اضافہ کیا ہے۔ (۳۴)

اس مختصر سوانح و سیرت کا اختتام اس عنوان پر کیا ہے۔ ''سب سے پہلی وحی اور سب سے آخری وحی''...... لکھتے ہیں کہ سب سے پہلی وحی اقراء باسم ربك الذی خلق. خلق الانسان من علق. اقراء و ربك الاکرم. الذی علم بالقلم. علم الانسان مالم یعلم ہے (۳۵) اور سب آخری وحی وانقوا یوما ترجعون فیه الی اللّٰه ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون۔ (۳۶) اس آیت کے نزول کے گیارہ اور دوسری روایت کے مطابق سترہ روز کے بعد رسول ﷺ آپ کا وصال ہوگیا۔ اسی حوالے سے دوسری روایت یہ ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ یہ ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۳۷)

یہ آیت حجۃ الوداع کے سال دس ہجری کو عرفہ کے دن نازل ہوئی۔ جس میں دین کے مکمل ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔(۴۸)

بہرحال اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں آیات میں سے آخری آیت نزول کے اعتبار سے کون سی ہے۔ اس حوالے سے مفسرین کرام نے ان دونوں آیات کے آخری وحی ہونے کے حوالے سے تطبیق کی ہے کہ دین کی تکمیل والی آیت اس اعتبار سے آخری ہے کہ اس کے نزول کے بعد باری تعالیٰ نے حلال و حرام کا کوئی مزید حکم نازل نہیں فرمایا۔ گویا احکام دین کے نزول کے اعتبار سے یہ آیت آخری ہے جبکہ فی الحقیقت نزول کے اعتبار سے سورہ بقرہ ۲۸۱ ہی آخری آیت ہے۔ اس آیت کے نزول کے چند دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا۔(۴۹)

فہم وابلاغ قرآن کو ترجیح دینے کا اسلوب

ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ قرآن، غرائب القرآن کی خوبیوں میں سے ایک سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ قاری کے ذہن وقلب میں قرآن کے تصورات وافکار کو جاگزیں کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے قاری کو ہر ممکن سہولت دیتے ہیں۔ قاری کی سہولت کے ساتھ ساتھ قرآنی مفہوم کی صحت کا بھی بھرپور التزام واہتمام کرتے ہیں۔ قاری کو اپنی بات سمجھانے کے لیے مروج زبان کے تمام اسالیب کو بھی اختیار کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی جھجک اور تکلف کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ انتہائی تسلسل اور روانی کے ساتھ ترجمہ قرآن کی عبارت کو آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور یہ بات درج ذیل تراجم سے مکمل طور پر عیاں ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔

و اذ قال موسی لقومه یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذ کم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا أنفسکم ذلکم خیرٌ عند بارئکم۔ فتاب علیکم انه هو التواب الرحیم۔(٤٠)

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو تم نے بچھڑے کی پرستش کے اختیار سے اپنے اوپر (بڑا ہی) ظلم کیا تو اب اپنے خالق کی جانب توبہ کرو اور وہ یہ ہے کہ

اپنے لوگوں کے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاک کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اس کے نزدیک تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔ پھر جب تمہاری طرف سے تعمیل حکم کی آمادگی ظاہر ہوئی تو خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

و اذ قلتم یموسی لن نؤمن لك حتی نری الله جهرة فاخذتكم الصّعقة و انتم تنظرون ثم بعثنكم من بعد موتكم لعلكم تشكرون (۴۱)

اور وہ وقت یاد کرو جب تم نے (یعنی تمہارے بڑوں نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ جب تک ہم خدا کو ظاہر نہ دیکھ لیں ہم تو کسی طرح تمہارا یقین کرنے والے ہیں نہیں (کہ خدا ہی تم سے کلام کر رہا ہے) اس پر تم کو بجلی نے آ دبوچا اور تم نے دیکھا کیسے پھر تمہارے مرے پیچھے ہم نے تم کو جلا اٹھایا کہ شاید تم شکر کرو۔

اب یہ بات قابل توجہ ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد نے ہر صفحے پر آیات کا نمبر قاری کی تفہیم اور آسانی کے لیے الگ سے دیا ہے۔ ایک صفحے پر جتنی آیات آتی ہیں اسی حساب سے آیات کے نمبر قائم کرتے ہیں اور ہر صفحے پر آیت کے نمبر ا سے شروع کرتے ہیں جہاں آیت ختم ہوتی ہے وہاں آیت نمبر ۷، ۸، ۹، ۱۰ وغیرہ قائم کرتے ہیں۔ اور اسی اسلوب سے آیات کے یہ نمبر ترجمے میں قائم کرتے ہیں۔ یوں آیت نمبر ۵ کا متن پڑھیں اور ترجمہ آیت نمبر ۵ میں (۴۲) دیکھیں، یہی اسلوب پورے قرآن میں قائم کرتے ہیں۔

ترجمے کی کامل تفہیم کے لے حواشی کا اہتمام

ترجمے کی تسہیل و تفہیم کے لیے اور قاری کے ذہن پر اس کی مکمل واضحیت کو ثبت کرنے کے لیے ڈپٹی نذیر احمد ترجمے کے ساتھ فوائد و حواشی کا بھی تذکرہ کرتے ہیں اگر چہ یہ فوائد و حواشی انہوں نے خود نہیں لکھے مگر ان فوائد و حواشی کو انہوں نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ ان سب کو پڑھ کر منتخب بھی کیا ہے اور با قاعدہ ان فوائد و حواشی کو اپنے ترجمے کے صفحات میں ذکر کیا ہے جیسے ترجمے کے ساتھ ساتھ ہر صفحے پر ف کی صورت میں ف ا، ف۲، ف۳، ف۴، ف۵، کے ذریعے فوائد اور حواشی کا ذکر کرتے ہیں۔

اور اسی طرح پورے ترجمہ قرآن میں دائیں صفحے پر عربی گرامر کے حوالے سے حواشی قائم کرتے ہیں جبکہ بائیں صفحے پر آیات کے مضامین اور فوائد کے حوالے سے وضاحت طلب امور بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔(۴۳)

حواشی کا اضافہ اور مولوی محمد رحیم بخش کی خدمت کا اعتراف

ڈپٹی نذیر احمد نے علمی روایات کی پاسداری کرتے ہوئے اور تحقیقی آداب کا لحاظ کرتے ہوئے کھلے دل کے ساتھ اس بات کا بھی اظہار کیا ہے۔ترجمے کے ایک صفحے پر عربی گرامر اور دوسرے صفحے پر آیات کے مطالب و مفاہیم اور فوائد کو واضح کرنے کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔عربی گرامر کے حوالے سے الفاظ کا لغوی مفہوم، صیغوں کی تعلیل عبارت کی نحوی تراکیب، غرضیکہ لغوی و نحوی اور صرفی معلومات کثرت کے ساتھ بیان کی ہیں اور دوسری طرف ترجمہ و تفسیر کے تحت فوائد کا اہتمام بھی کیا ہے۔اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ترجمہ قرآن کے ساتھ یہ سارا کچھ بھی انہوں نے خود بیان کیا ہے؟

اس سوال کا جواب بھی وہ خود یوں دیتے ہیں کہ عربی خواں طلباء کو خدا توفیق دے اور وہ الفاظِ قرآن سے طالب علمانہ فہم اور مطلب کا قصد کریں تو ان کو مولوی محمد رحیم بخش کا احسان ماننا چاہیے کہ انہوں نے یہ حواشی جمع کیے اور ان حواشی میں مجکو اتنا ہی دخل ہے کہ میں نے ان کی تنقید کرلی ہے اور اگر لوگوں نے اس محنت کی داد دی اور رواد یہی ہے کہ ان سے استفادہ کیا تو عجب نہیں کہ طبع مابعد ان پر معتد بہ اضافہ کیا جائے۔(۴۴)

ڈپٹی نذیر احمد نے ان فوائد اور حواشی کو بنظر غائر دیکھا ہے اور ان کو تنقیدی انداز سے پرکھ بھی لیا ہے اور پھر ان کو اپنے ترجمے کا حصہ بنالیا ہے گویا انہوں نے مولوی رحیم بخش کے خیالات و تصورات سے مکمل اتفاق کرلیا ہے۔یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ اُن کے ان حواشی کو اپنے نام کرلیتے مگر انہوں نے علمی امانت و دیانت کا بھرپور اظہار کرتے ہوئے اُن کی اس خدمت جلیلہ کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

ترجمے کی تفسیری شان اور ربط بین الآیات

کسی بھی ترجمہ قرآن کی ایک بہت بڑی اور نمایاں خوبی یہ بھی رہی ہے کہ اس ترجمہ قرآن کی عبارت اور معانی میں تسلسل اور روانی ہو، ترجمہ کو ایک قاری پڑھے تو یوں محسوس کرے جیسے انکشاف حقیقت ہو رہا ہے۔ حقائق ومعانی اور مطالب آیات ایک امر واقعہ بن کر ظاہر ہو رہے ہیں کسی بھی مقام پر قاری معانی ومطالب میں کوئی دقت محسوس نہ کرے، ایک آیت کا دوسری آیت سے تلاوت میں جس طرح ایک ربط محسوس ہوتا ہے اسی طرح اس ترجمے میں بھی یہی کیفیت محسوس ہو تو ایسا ترجمہ ہی ایک جامع ترجمہ ہوتا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے ترجمہ قرآن کو حتی المقدور یہ رنگ دینے کی بھرپور کوشش کی ہے بلکہ یہ رنگ اور یہ انداز ان کے ترجمہ قرآن میں اس زمانے کے لحاظ سے بدرجہ اتم نظر آتا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف کی ان آیات میں یہ خوبیاں واضح طور پر محسوس ہوتی ہیں:

ولما فصلت العير قال ابوهم انى لاجد ريح يوسف لولا ان تفندون قالوا تالله انك لفي ضللك القديم فلما ان جاء البشير ألقه على وجهه فارتد بصيرا قال الم أقل لكم انى أعلم من الله ما لا تعلمون قالو ياابانا استغفرلنا ذنوبنا انا كنا خطئين قال سوف استغفرلكم ربى انه هو الغفور الرحيم فلما دخلوا على يوسف اوى اليه ابويه قال ادخلوا مصر ان شاء الله امنين

ورفع ابويه على العرش و خرّواله سجدا وقال يابت هذا تاويل رؤياى من قبل قد جعلها ربى حقا و قد احسن بى اذ اخرجنى من السجن و جاء بكم من البدو من بعد ان نزغ الشيطن بينى و بين اخوتى ان ربى لطيف لما يشاء انه هو العليم الحكيم۔

رب قد اتيتنى من الملك و علمتنى من تاويل الاحاديث فاطر السموات والارض انت ولى فى الدنيا والآخرة توفنى مسلماء و الحقنى بالصلحين ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك(۴۵)

''اور قافلہ مصر سے چلا ہی تھا کہ ان کے باپ (یعقوب) نے کہنا شروع کیا اگر مجھکو سترا بہترا

نہ بناؤ تو (ایک بات کہوں کہ) مجھکو تو یوسف کی مہک آ رہی ہے تو جو بیٹے یعقوب پاس ٹھہرے رہے تھے) وہ لگے کہنے کہ بخدا تم تو (وہی) اپنے قدیمی خبط میں (مبتلا) ہو پھر جب (یوسف کے زندہ سلامت ہونے کی) خوش خبری دینے والا (یعقوب کے پاس) آ پہنچا (آنے کے ساتھ یوسف کا) کرتہ یعقوب کے موںھہ پر ڈال دیا اور ان کو فوراً دکھائی دینے لگا (اب یعقوب نے بیٹوں سے) کہا کہ کیا میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ میں اللہ (کی طرف) سے وہ (باتیں) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (وہ) بولے لبا جان (خدا سے) ہمارے قصور معاف کرائیے بے شک ہم ہی قصوروار تھے۔ (یعقوب نے) کہا میں اپنے پروردگار سے ایک وقت (خاص میں) تمہارے قصوروں کی معافی کی دعا کروں گا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے پھر جب (یہ لوگ آخری بار) یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے اپنے والدین کو (تعظیم دے کر) اپنے پاس جگہ دی اور (سب کی طرف خطاب کر کے) کہا کہ (شہر) مصر میں ہر ایک داخل ہو (اور) خدا نے چاہا تو (تم سب) امن (چین) سے رہو گے۔ اور (مصر کے دستور کے مطابق یوسف نے) اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب (ان وقتوں کے دستور کے مطابق یوسف کی تعظیم کے لیے ان کے آگے سجدے میں گر پڑے اور یوسف نے (اپنا خواب یاد کر کے اپنے والد سے) عرض کیا ابا جان وہ جو میں نے پہلے خواب دیکھا یہ اس کی تعبیر ہے میرے پروردگار نے (آج) اس (خواب) کو سچ کر دکھایا اور (اس کے سواء اس نے مجھ پر (اور بھی بڑے بڑے) احسان کیے ہیں کہ (بغیر کسی کی سفارش کے) مجھکو قید سے نکالا اور (باوجودیکہ) مجھ میں اور میرے بھائیوں میں شیطان نے (ایک طرح کا) فساد ڈلوایا تھا اس کے بعد باہر سے تم سب کو (مجھ سے) لا ملایا بے شک میرے پروردگار کو جو کچھ کرنا (منظور ہوتا ہے وہ اس کی تدبیر خوب جانتا ہے کیونکہ وہ (ہر ایک بات سے) واقف ہے اور حکمت والا ہے۔ (ان سب معاملات کے بعد یوسف کی طبیعت دنیا سے بیزار ہو گئی اور خدا سے ملنے کا شوق غالب آیا تو انہوں نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو نے (اپنی مہربانی سے) مجھکو حکومت میں سے بھی حصہ دیا اور بقدر مناسب مجھکو (خواب کی) باتوں کی تعبیر دینی بھی سکھائی۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا اور آخرت (دونوں میں) تو ہی میرا کارساز ہے (تو

اب)مجھکو اپنی فرمان برداری کی حالت میں (دنیا سے) اٹھا لے اور مجھکو اپنے نیک بندوں میں (لے جا (اے پیغمبر) یہ چند غیب کی باتیں ہیں جن کو ہم وحی کے ذریعے تمہیں معلوم کراتے ہیں ۔(۴۶)

اب ان ساری آیات کے ترجمہ میں جس روانی وتسلسل کا اظہار ہے اور ہر آیت دوسری آیت سے ملی ہوئی ہے کسی بھی جگہ قاری کا پڑھنے کا ربط نہیں ٹوٹتا اور کسی بھی مقام پر عبارت ثقیل واقع نہیں ہوتی بلکہ عبارت کے الفاظ وکلمات ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے تسبیح کے دانے ہوتے ہیں ۔یہی اس ترجمے کا سب سے بڑا کمال ہے ۔

ترجمہ قرآن کی ضخامت اور رموز اوقاف پر اختتام

یہ ترجمہ قرآن ۱۱۱۲صفحات پر مشتمل ہے ۔اس کے ایک طرف متن قرآن ہے اور دوسرے مقابل اور سامنے کے صفحے پر ان ہی آیات کا ترجمہ لکھا ہے متن قرآن کے صفحے پر عربی گرامر ،مشکل الفاظ کے معانی، الفاظ کے صرفی اشتقاقات ،کلمات وجملوں کی باہمی تراکیب ،قواعد کا اظہار واطلاق، نحوی وصرفی اور لغوی قواعد کے اطلاقات کا ذکر ہے جبکہ سامنے کے صفحہ پر ترجمہ ہے اور وہ بھی مکمل محاورے کی صورت میں ہے عبارت اپنی پوری تابانی کے ساتھ مسلسل روانی کے ساتھ جاری وساری ہے ایک جملہ دوسرے جملے کے ساتھ پیوست ہے اور مفہوم کے اعتبار سے مکمل ہے ۔آیات کے مطالب و معارف واضح ہوتے جاتے ہیں اور اسی صفحہ پر ترجمہ کی مزید وضاحت کے لیے فوائد کا بھی اہتمام کیا گیا ہے ۔فوائد میں کبھی کسی تاریخی واقعے کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، کبھی احکام کی تفصیلات کا ذکر ہے ۔ کبھی اس آیت سے متعلق دوسری آیت کا ذکر کیا ۔کبھی عقائد کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ۔کبھی پورے صفحے پر اس فائدے کی نوعیت، اہمیت کی وجہ سے صرف ایک ہی فائدہ بیان کیا اور وہ بھی چند الفاظ میں یوں ذکر کیا ۔قرآن وہ ہے جس کے مطالب معقول اور عام فہم ہوں، اور ایسا بھی ہے کئی صفحات خالی ہیں وہاں فوائد کا ذکر ہی نہیں ہے ،صرف ترجمے سے ہی ساری بات واضح ہوگئی ہے ۔(۴۷)

اس کے بعد آخر پر رموز اوقاف کا ذکر کرتے ہیں اور یہ بھی صرف ایک صفحے پر لکھے ہیں ۔ بعد ازاں مترجمین نے یہ انداز بھی قرآن حکیم کے تمام نسخوں میں استعمال کیا خواہ وہ نسخے صرف متن پر

مشتمل تھے یا ترجمے پر مشتمل تھے اُن کے آخر پر رموز او قاف کا ذکر کیا گیا، جبکہ ان رموز او قاف کا زیادہ تعلق اور زیادہ فائدہ مترجم قرآن والے نسخوں میں ہے۔ مثلاً ''م'' کے بارے میں بیان کرتے ہیں لفظ لازم کا مختصر ہے، جہاں ایسا نشان ہو وہاں ٹھہرنا ضروری ہے ورنہ مطلب بگڑتا ہے بلکہ بعض جگہ تو مطلب خلاف مراد قائل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ''ط'' لفظ مطلق کا مخفف ہے مراد یہ ہے کہ بات تو پوری ہے مگر مطلب تمام نہیں ہے۔ اسی طرح ''ہ'' یہ علامت جملے کے تمام ہونے کی ہے کہ بات پوری ہوگئی ہے۔ (۴۸)

ترجمے کی زبان اور بیان کا اسلوب

ڈپٹی نذیر احمد نے ترجمہ قرآن کرتے وقت اردو زبان کے محاوروں کو کثرت کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ قاری ان کی بات کو اچھی طرح اپنی مروج زبان میں سمجھ لے۔ جہاں وہ محاورہ استعمال کرتے ہیں وہاں بسا اوقات اس کی وضاحت بھی دے دیتے ہیں۔
جیسا اس آیت کریمہ کے ترجمے میں:

۱۔ انما نحن مستهزؤن الله يستهزی بهم و يملهم فی طغيانهم يعمهون۔ (۴۹)
ہم تو مسلمانوں کو بناتے ہیں یہ لوگ مسلمانوں کو کیا بنائیں گے۔ حقیقت میں اللہ ان کو بناتا ہے۔ (حاشیے فوائد میں لکھتے ہیں اردو محاورے میں بنانے کے معنی ہی احمق بنانا ہے)

۲۔ و فی قلوبهم مرض فزاد هم الله مرضا۔ (۵۰)
ان کے دلوں میں (پہلے ہی سے کفر کا) مرض تھا اب (قرآن نازل کر کے) اللہ نے ان کا مرض (اور بھی) بڑھا دیا۔

اس آیت کریمہ میں بڑے خوبصورت انداز میں مرض کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ مرض کفر ہے، جس کی وجہ سے وہ ہر حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں۔ مریض کو گویا حقیقت سے نہیں بلکہ اپنے مرض سے تعلق ہونے کی وجہ سے اور طبیعت کی مجبوری اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار ہی انکار کرنا پڑتا ہے تو ایسے ہی لوگ بڑے بڑے حقائق کو بھی نہیں مانتے۔

۳۔ فلا تجعلوا للّٰہ انداداً ۔ (۵۱)

کسی کو اللہ کا ہم پلہ نہ بناؤ۔

''ہم پلہ'' کا معنی کر کے شرک کا تصور واضح کر دیا ہے۔ شرک یہ ہے کہ کسی کو کسی کا ہمسر اور ہم پلہ بنانا اور اللہ وہ ذات ہے جس کا کوئی ہمسر اور ہم پلہ ہے ہی نہیں یہی توحید خالص ہے۔

۴۔ ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا۔ (۵۲)

اور ہماری آیتوں میں (تحریف کر کے ان) کے معاوضے میں تھوڑی قیمت (یعنی دنیاوی فائدے) حاصل نہ کرو۔ یعنی میری آیات کو تھوڑی قیمت میں نہ بیچا کرو۔ آیات کو کم قیمت میں کس طرح بیچا جا سکتا ہے اس تصور کو ترجمے کے ذریعے خوبصورت انداز میں واضح کیا ہے کہ ہماری آیتوں میں تحریف کر کے ان کے معاوضے میں تھوڑی قیمت یعنی دنیاوی فائدے حاصل نہ کرو۔

۵۔ واستعینوا بالصبر والصلوۃ ۔ (۵۳)

اور (مصیبت کی برداشت کے لیے) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو۔ صبر اور نماز کے ذریعے اللہ کی مدد مانگو۔

صبر ہمیشہ کسی دکھ اور مصیبت پر ہوتا ہے۔ قوسین کے ذریعے (مصیبت کی برداشت کے لیے) اضافہ کر کے نہ صرف صبر کا مفہوم واضح کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کر دیا ہے نماز کے عمل کے ذریعے بھی انسان کو اللہ کی بارگاہ سے مدد و نصرت کے انعامات حاصل ہوتے ہیں۔

٦۔ ان اللّٰہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا ۔ (۵۴)

اللہ کسی مثال کے بیان کرنے میں (ذرہ بھی) نہیں جھینپتا (چاہے وہ مثال) مچھر کی ہو یا اس سے بھی بڑھ کر (کسی اور حقیر چیز کی)

اس ترجمے میں وہ الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جو اب استعمال نہیں ہوتے یا متروک ہو چکے ہیں جیسے جھینپتا جس کا معنی آج کل مترجمین ''شرمانا'' سے کرتے ہیں۔ تو اس اعتبار سے یہ ترجمہ اردو زبان کی تاریخ کو بھی اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔

۷۔ النبی اولی بالمومنین من انفسہم و ازواجہ امہتہم ۔ (۵۵)

پیغمبر مسلمانوں پر خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں (اور وہ مسلمانوں کے باپ کی جگہ ہیں) اور پیغمبر کی بیبیاں (ادب و تعظیم میں) ان کی مائیں ہیں۔ اس ترجمے کے ذریعے ڈپٹی نذیر احمد کی شخصیت کا یہ پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے کہ ادب و تعظیم کے تصورات کے قائل تھے۔ اسی لیے ازواج مطہرات کے لیے ترجمہ کرتے وقت یہ بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر کی بیویاں ادب و تعظیم میں ان کی مائیں ہیں تو اگر نبی کی نسبت کی وجہ سے ان کی ازواج کے لیے ادب و تعظیم ہے تو خود نبی کے لیے ادب و تعظیم اور احترام و اکرام ہزاروں گنا بڑھ کر ہے۔ اس لیے انہوں نے بڑے خوبصورت انداز میں ترجمہ کیا ہے کہ "پیغمبر مسلمانوں پر خود ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں" اس ترجمے میں ساری خوبیاں سمٹ کر آ گئی ہیں۔

ترجمے کے ناقدانہ پہلو

جب کوئی کام کرتا ہے تو اس پر تنقید بھی ہوتی ہے یہ وہ اصول عمل، مشاہدہ، تجربہ اور قاعدہ ہے جس کو ہم پڑھتے، سنتے اور بیان کرتے رہتے ہیں۔ خامیوں کا ادراک دوسرے ہی بہتر کرتے ہیں۔ اپنی ذات کی حد تک تو ہر انسان خود میں خوبیوں کو جمع کیے ہوئے ہوتا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ غرائب القرآن پر ابو محمد عبداللہ چھپراوی نے مختلف حوالوں سے اعتراضات کیے ہیں اور ان تحفظات و اعتراضات کو انہوں نے "رفع الغواشی عن وجوہ الترجمہ والحواشی" کے نام سے چھپوا لیا ہے۔ (۵۶) اس طرح ان کے ہم عصر علماء میں سے ایک بہت بڑا نام مولانا اشرف علی تھانوی کا ہے۔ انہوں نے بھی آپ کے ترجمہ پر اعتراضات اٹھائے ہیں۔ اور ان سب اعتراضات کو انہوں نے "اصلاح ترجمہ دہلویہ" کے نام سے ۴۴ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ تحریر کر کے چھپوایا ہے۔ (۵۷)

ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا گیا کہ انہوں نے اردو محاورات کو کثرت کے ساتھ ترجمے میں استعمال کیا ہے جس کی وجہ سے ترجمہ اپنے معیار سے گر گیا ہے۔ اس میں عامیانہ اور سوقیانہ پن آ گیا ہے اور بعض مقامات پر ترجمہ اصل مطلب سے دور چلا گیا ہے۔ یوں ان

مقامات پر ترجمہ ذوقِ سلیم پر گراں گزرتا ہے۔اس لیے شان الحق حقی کہتے ہیں کہ مولوی نذیر احمد نے اپنے ترجمہ قرآن میں ایسے محاورات کو راہ دی ہے جو علمی تحریر سے میل نہیں کھاتے۔(۵۸) اسی حوالے سے ہم یہاں چند تراجم کا مختلف سورتوں سے ذکر کرتے ہیں۔سورہ اعراف کی آیت ۲۲ کا ترجمہ کیا ہے۔ وناداھما ربھما الم انھکما عن تلکما الشجرۃ (۵۹) ان کے پروردگار نے ان کو ڈانٹا

کہ کیا ہم نے تم کو اس درخت (کے کھانے) کی مناہی نہیں کی تھی۔(۶۰)

سورہ البقرہ میں ہے:

ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (۶۱)

''وہ تمہارے دامن (کی جگہ) ہیں اور تم (اُن) کی چولی (کی جگہ) ہو۔''(۶۲)

اور سورۃ الفجر میں ہے:

فصب علیھم ربك سوط عذاب ان ربك لبالمرصاد (۶۳)

''تو (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار نے ان (سب) پر عذاب کا کوڑا پھٹکارا، بے شک تمہارا پروردگار نافرمانوں کی تاک میں (لگا رہتا) ہے۔(۶۴) اب ان تینوں تراجم کا جائزہ لیں تو سب سے پہلے اس ترجمے میں کہ ان کے پروردگار نے ان کو ڈانٹا اور دوسرے ترجمے میں، تم ان کی چولی کی جگہ ہو اور تیسرے ترجمے میں، پروردگار نافرمانوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔یہ تراجم بلحاظ قرآنی معیار و ترجمہ سے فروتر ہیں ان کا عامیانہ انداز انسانی طبیعت پر ایک بوجھ کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور ذوقِ سلیم پر یہ انداز گراں گذرتا ہے۔

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو شاہ برادران کے تراجم کے تقریباً ایک سو سال کے بعد ڈپٹی نذیر احمد کا یہ ترجمہ منظر عام پر آتا ہے۔ڈپٹی نذیر احمد کی عوامی، ادبی اور علمی پہچان میں ناول نگاری کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی ہے۔اس وجہ سے ان کی زبان میں محاورات کا استعمال کثرت سے نظر آتا ہے۔ناول نگاری کے ساتھ ساتھ عربی دانی بھی ان کی شخصیت کا ایک نمایاں وصف تھا جس کی وجہ سے وہ ترجمہ قرآن کی طرف راغب ہوئے۔اگر ان کے ترجمے میں چند خامیوں کے پہلو ہیں تو دوسری

طرف خوبیوں کے پہلو کئی زیادہ ہیں۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمے کی مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے مترجم پیدا ہو گئے اور یکے بعد دیگرے متعدد ترجمے شائع ہوئے لیکن اس دور کے بیشتر مترجمین نذیر احمد کے خوشہ چیں ہیں (۶۵) اور مولوی عبدالحق نے تو ڈپٹی نذیر احمد کے ترجمہ قرآن کو اُردو ادب کی ایک بہت بڑی خدمت قرار دیا ہے۔(۶۶)

خلاصہ کلام

ڈپٹی نذیر احمد نے قرآن پاک کا اپنے دور میں ترجمہ کر کے ایک اہم عصری اور دینی ضرورت کو پورا کیا۔ بلاشبہ ترجمہ قرآن ایک مشکل فن ہے اور اچھا مترجم وہی ہو سکتا ہے جس کو دونوں زبانوں پر عبور ہو اور وہ ایک اچھا انشاء پرداز بھی ہو۔(۶۷)

ترجمہ کیا ہے امام جوہری بیان کرتے ہیں فبل نقله من لغة الى لغة أخرى(۶۸)

ایک کلام کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔

ترجمے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اس کے ساتھ ترجمہ نگار کی جذباتی علمی واقفیت اور ہم آہنگی بھی نہایت ضروری ہے۔(۶۹) احمد فخری بیان کرتے ہیں کہ ترجمہ یہ ہے کہ کسی کے خیالات کو لیا جائے اور ان کو اپنی زبان کا لباس پہنایا جائے اور ان کو اپنے الفاظ و محاورات میں ڈھالا جائے۔(۷۰)

ترجمہ قرآن کے حوالے سے ان مذکورہ خوبیوں اور تقاضوں کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے زمانے میں اپنی کمال استعداد اور صلاحیت کے ساتھ قرآن حکیم کا ترجمہ کیا ہے۔ ایک مترجم کے مذکورہ اوصاف ان کی شخصیت میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کو اپنے زمانے میں ترجمہ قرآن کے حوالے سے جو چیلنج درپیش تھا اس کا ذکر وہ خود غرائب القرآن کے مقدمے میں یوں کرتے ہیں "لوگوں نے بین السطور ترجمے کو لفظی ترجمہ سمجھ رکھا ہے اور یہ اُن کی غلطی ہے عربی اور اُردو میں ترتیب الفاظ کا اسلوب ایک نہیں پس لفظی ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا مثلاً ذلك الكتاب لاريب فيه کا مولوی شاہ رفیع الدین صاحب کا کیا ہوا لفظی ترجمہ تو یہ ہے "یہ کتاب نہیں شک بیچ اس کے" لیکن یہ فصیح

اور با محاورہ اُردو نہیں، مولوی شاہ عبدالقادر نے بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب میں کچھ شک نہیں تو یہ لفظی ترجمہ نہیں۔ ہمارا ترجمہ ہے یہ "وہ کتاب ہے جس (کے کلام الٰہی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں۔" ہم نے بامحاورہ اور فصیح اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔(۱۷)

یہاں ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے سے پہلے تراجم قرآن کا خود ہی تقابلی مطالعہ کر کے اپنے ترجمہ قرآن کی خوبیوں کو اُجاگر کیا ہے۔ عوامی اور علمی سطحوں پر اُن کے ترجمہ قرآن کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود ان کی اپنی زندگی میں غرائب القرآن کے گیارہ ایڈیشن جاری ہوئے۔ بہر حال یہ ترجمہ گونا گوں خوبیوں کا حامل ہے اور اپنی زبان و بیان کے اعتبار سے آج بھی تاریخ تراجم قرآن میں اپنی ایک جداگانہ اہمیت اور انفرادیت رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) نوشہروی، امام خان، ابو یحییٰ، تراجم علمائے حدیث، جید برقی پریس، دہلی ہند، ۱۳۵۶ھ ج ۱، ص ۴۰

(۲) دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۳ء ج ۲، ص ۹۳۰

(۳) عبدالحق، مولوی، پرانی اُردو میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر، سیارہ ڈائجسٹ (قرآن نمبر) لاہور ۱۹۷۰ ج ۲، ص: ۱۷۷

(۴) جمیل نقوی، قرآن مجید کے اردو تراجم، اردو اکیڈمی، کراچی سندھ، ۱۴۰۵ ص ۴۵

(۵) حامد حسن، ڈاکٹر، قادری، داستان تاریخ اُردو، اردو اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۶ء ص ۳۱۲

(۶) مارہروی، افتخار عالم، حیات النذیر، مقدمہ از مولوی عبدالحق، مطبوعہ انڈیا، ص ۳

(۷) رحمان علی، تذکرہ علماء ہند، نول کشول پریس، لکھنو، ۱۹۱۴ ص ۱۲۵

(۸) قدسی، اعجاز الحق، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات، کراچی، ۱۹۶۱ء ص ۳۷۵

(۹) صدیقی، افتخار احمد، ڈاکٹر، ڈپٹی نذیر احمد، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء ص ۱

(۱۰) حامد حسن، ڈاکٹر، قادری، داستان تاریخ اُردو، اُردو اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۶ء ص ۵۵۱

(۱۱) صدیقی، افتخار احمد، ڈاکٹر، تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۷۲ء ج ۴، ص ۲۵۹

(۱۲) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ جدیدہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۳ھ ص: سرورق

(۱۳) ایضاً، ص:۲

(۱۴) علی المتقی، الحسام الدین برھانپوری، کنز العمال، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۹۷۹ء، ج ۱، ص ۲۷۷

(۱۵) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۳ھ ص ۴

(۱۶) الجمعہ ۶۲:۴

(۱۷) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۳ھ، دیباچہ، ص ۱

(۱۸) ایضاً (۱۹) ایضاً (۲۰) ایضاً

(۲۲) دہلوی، شاہ رفیع الدین، قرآن شریف مترجم، نور محمد کارخانہ تجارت کتب دہلی ۱۳۴۵ھ ص ۲

(۲۲) البقرہ ۲:۱

(۲۳) دہلوی، شاہ عبدالقادر، قرآن مجید مع ترجمہ، تاج کمپنی لیمیٹڈ، قرآن منزل لاہور، ص ۲

(۲۴) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۳ھ، دیباچہ، ص ۱

(۲۵) ایضاً، ص ۱ (۲۶) ایضاً، ص ۲ (۲۷) ایضاً، ص ۲ (۲۸) الفاتحہ ۱:۵

(۲۹) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۳ھ، ص ۴

(۳۰) ایضاً، ص ۲ (۳۱) ایضاً، فہرست مضامین (۳۲) ایضاً

(۳۳) ایضاً (۳۴) ایضاً، دیباچہ، ص ۲ (۳۵) العلق ۹۶:۱۔۵

(۳۶) البقرہ ۲:۲۸۱ (۳۷) المائدہ ۵:۳

(۳۸) سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور، ۲۰۰۵ء، ج:۳، ص:۲۵

(۳۹) ملیح آبادی، سید امیر علی، مواہب الرحمٰن، مکتبہ رشیدیہ، شاہ عالم مارکیٹ لاہور، ۱۹۱۹ء، ج:۳، ص:۴۰۶

(۴۰) البقرہ ۲:۵۴ (۴۱) البقرہ ۲:۵۵

(۴۲) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس لعلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۳ھ، ص ۲

(۴۳) ایضاً، ص ۱۹ (۴۴) ایضاً، دیباچہ، ص ۲ (۴۵) یوسف ۱۲:۹۴ تا ۱۰۲

(۴۶) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، ص ۴۵۰۔۴۵۱

(۴۷) ایضاً، ص ۴۵۵

(۴۸) ایضاً، ص ۱۱۱۲

(۴۹) البقرہ ۲:۱۴، ۱۵

(۵۰) البقرہ ۲:۱۰

(۵۱) البقرہ ۲:۲۰، ۲۲

(۵۲) البقرہ ۲:۴۱

(۵۳) البقرہ ۲:۴۵

(۵۴) البقرہ ۲:۲۶

(۵۵) الاحزاب ۳۳:۵۶

(۵۶) ڈاکٹر صالح اشرف الدین، قرآن حکیم کے اُردو تراجم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ص: ۴۴۴

(۵۷) مولانا اشرف علی تھانوی، اصلاح ترجمہ دہلویہ، مطبع بلالی ساڈھورہ، انبالہ انڈیا

(۵۸) شان الحق حقی، ادبی تراجم کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، سپوزیم ص ۲۱۲

(۵۹) الاعراف ۷:۲۲

(۶۰) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۲ھ، ص ۲۷۷

(۶۱) البقرہ ۲:۱۸۷

(۶۲) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۲ھ، ص ۱۰۹۵

(۶۳) الفجر ۸۹:۱۳۔۱۴

(۶۴) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، مطبع قاسمی دہلی، ۱۳۲۲ھ، ص ۲۷۷

(۶۵) ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۹۷ء، ج ۴، ص ۳۵۹

(۶۶) مارہروی، افتخار عالم، حیات النذیر، مقدمہ از مولوی عبدالحق، مطبوعہ انڈیا، ص ۵

(۶۷) ترجمہ کے چند پہلو، ماہِ نو، کراچی، ۱۹۵۲، ص ۴۳

(۶۸) الزبیدی محمد مرتضیٰ، الحنفی، تاج العروس من جواہر القاموس، مطبعہ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ، ج ۸، ص ۲۱۱

(۶۹) پروفیسر رشید امجد، ترجمہ کے اصول مباحث (اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص ۴۵

(۷۰) احمد فخری، روتراجم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء، ص ۸۵

(۷۱) نذیر احمد، ڈپٹی، شمس العلماء، قرآن مجید مترجم مع اضافہ غرائب القرآن، دیباچہ، ص ۱